

قصیدہ شمسیہ - ایک نادر نعتیہ دستاویز

ڈاکٹر خورشید رضوی ☆

گزشتہ کئی برس کی محنت، ساتویں صدی ہجری / تیرہویں صدی عیسوی کے ثقہ مؤرخ، ابن اشعار کے یادگار تذکرہ شعرائے معاصرین، "فلائد الجمان" کی چھٹی جلد کی تحقیق متن میں صرف ہوئی (۱)۔ اس محنت کے ضمنی فوائد میں سے ایک فائدہ یہ ہوا کہ تاریخ نعت کی ایک اہم کڑی کا سراغ ملا۔ ابن اشعار دمشق کے ایک محاصر شاعر محمد بن سعد بن عبداللہ بن سعد السعدی الانصاری کا تذکرہ (۲) درج کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ان سے میری ملاقات ذی الحجہ ۶۳۹ھ میں دمشق ہی میں ہوئی۔ میں نے اُن کے سال ولادت کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے تقریباً ۵۷۷ھ کا اعزازہ بتایا (۳)۔ وہ الملک الصالح، ابوالفداء، اسماعیل بن ابی بکر، حاکم دمشق کے دربار میں کاتب انشاء (میرنشی) کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے تھے۔ اپنے زمانے کے اچھے فاضلوں میں شمار ہوتے تھے۔ بچپن ہی سے حصول علم و ادب میں مشغول ہوئے۔ فقہ حنبلی میں مشہور فقیہ ابن قدامہ کے شاگرد تھے۔ ابتداء میں بچوں کو پڑھاتے تھے پھر الملک الصالح کے دربار سے منسلک ہو گئے۔ اچھے انشا پرداز، پاکیزہ گفتار اور خوش کلام و پُرگو شاعر تھے۔ مجھے اُن کا کلام اُنہی کی زبانی سننے کا اتفاق ہوا۔ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایک طویل قصیدہ کہا ہے جس میں آپؐ کے مناقب و معجزات کا بیان ہے۔

آگے چل کر معلوم ہوتا ہے کہ شاعر نے یہ نعتیہ قصیدہ --- (جسے ہم سہولتِ حوالہ کی غرض سے آئندہ صفحات میں شاعر کے لقب شمس الدین کی رعایت سے "قصیدہ شمسیہ" کا نام دیں گے) --- دمشق کے مضافات میں سہم اعلیٰ کے مقام پر دریائے ثورا کے کنارے ۲۵ ذی الحجہ ۶۳۹ھ کو، بدھ کے روز، خود ابن اشعار کو سنایا۔ قصیدہ ایک سو اڑیس اشعار پر مشتمل ہے اور ابن اشعار نے سارے کا سارا فلائد الجمان میں محفوظ کر دیا ہے۔ جیسا کہ آگے بیان ہوگا یہ قصیدہ نادر ہے چنانچہ اس کا مکمل عربی متن، مع تدوینی حواشی کے، بطور ضمیمہ اس مضمون کے آخر میں شامل کیا جا رہا ہے۔

قلائد الجمان کے علاوہ جن جن مآخذ تک ہماری زسائی ہو سکی ہے ان سے مجموعی طور پر یہ معلومات سامنے آتی ہیں کہ شاعر کی بیشتر شہرت شمس الدین المتقدسی کے لقب سے ہے اور چونکہ مفصل شجرۂ نسب (محمد بن سعد بن عبداللہ بن سعد بن مفلح بن مہبہ (۴) اللہ بن نمر الانصاری، الصالحی، الحسلی) میں ایک جد کا نام ”مفلح“ آتا ہے اس لیے ”ابن مفلح“ کی کنیت سے بھی پہچانے جاتے ہیں۔ خاندانی تعلق بیت المقدس سے تھا چنانچہ ”مقدسی“ اسی نسبت سے کہلائے۔ خود دمشق میں پیدا ہوئے۔ وہیں کوہ قاسیون کے نواح میں صلاح و تقویٰ کے ماحول میں نشوونما پائی اور بلا آخر ماہ صفر (۵) ۶۵۰ھ میں وفات پا کر قاسیون ہی کے دامن میں مدفون ہوئے۔ ان سے بارہ برس پہلے اسی نواح میں شیخ اکبر محی الدین ابن عربی ”آسودہ خاک ہو چکے تھے اور چونکہ شیخ کی زندگی کے آخری اٹھارہ برس کا زمانہ شام، خصوصاً دمشق ہی میں گزرا لہذا دونوں کی ملاقات کا امکان نہایت قوی ہے، گو بالوضاحت اس کا ذکر کہیں نظر سے نہیں گزرا۔ ۶۵۰ھ ہی کے ذی القعدہ میں شمس الدین کے بھائی ابو العباس احمد بن سعد کی وفات کا ذکر بھی ملتا ہے (۶)۔

شمس الدین آغاز ہی سے اپنے زمانے کے مروجہ علوم کی تحصیل میں مشغول ہو گئے اور قرآن پاک، نحو اور عربی زبان کا درس لیا۔ حدیث کے حصول میں خصوصاً بہت وقت صرف کیا۔ ابن صدقہ الحزانی، یحییٰ النعمی، ابن الموازی، عبدالرحمن بن علی الجزقی اسماعیل الجزوی اور ابو طاہر الخوی جیسے محدثین سے حدیث سنی، علاوہ ازیں ابو طاہر السکفی، ابن شاتیل، ابو موسیٰ المدینی، القزاز، اور احمد بن نیال الترمذیوں سے ان کو اجازت حاصل تھی۔ بعد ازاں خود دمشق کے علاوہ حلب میں بھی درس حدیث دیتے رہے۔ ان سے حدیث روایت کرنے والوں میں خود ان کے فرزند سعد الدین یحییٰ بن محمد کے علاوہ محمد الدین ابن العدیم، شرف الدین الدمیاطی، قاضی تقی الدین سلیمان، الفخر، ابن عساکر اور الحفیف، اسحاق وغیرہ کے نام ملتے ہیں۔ الحافظ الضیاء اور ابن الحاجب نے ان سے حدیث نقل کی ہے۔

حدیث کے علاوہ فقہ حنبلی سے شغف رہا اور، جیسا کہ بیان ہوا، اس میدان میں ابن قدامہ جیسے فقیہ سے شرف تلمذ حاصل ہوا۔ ادب میں بھی دستگاہ پیدا کی۔ نظم و نثر پر یکساں قدرت رکھتے تھے۔ اُس دور کے اکثر اہل علم کی طرح خطاطی میں بھی اچھی مہارت بہم پہنچائی اور علم و فضل، انشا پر دازی،

شاعری، دیداری، خوش نویسی، خوش کرداری اور خوش گفتاری میں شہرت پائی۔ حاکم دمشق الملک الصالح اسماعیل بن ابی بکر نیز الملک الناصر داؤد بن عیسیٰ کے ہاں میرٹھی کے عہدے پر فائز رہے اور بعض روایات کے مطابق، ایک زمانے میں قلمدان وزارت بھی سنبھالا۔

آپ کی شاعری کے جو نمونے قلائد الجمان اور دیگر مآخذ میں ملتے ہیں وہ اپنے دور کی اچھی شاعری کے نمائندہ ہیں۔ آپ کے زمانے میں آپ کی ایک نظم (۷) کا خاص طور پر چرچا ہوا کیونکہ یہ غیر معمولی جرأت کا مظہر تھی۔ خود ملازم دربار ہونے کے باوجود آپ نے اسی نظم میں الملک الصالح کو اُس کے دربار کی ناگفتہ بہ حالت بتاتے ہوئے بے باک نصیحت کا فرض ادا کیا اور، ایسا کرتے ہوئے، بقول خود، جان کا خطرہ مول لیا۔

یا مالکاً لَمْ أَجِدْ لِي مِنْ نَصِيحَتِهِ

بُذًا، وَ فِيهَا دَمِي أَخْشَاهُ مُنْسَفِكًا

اے حاکم اعلیٰ

جس کو نصیحت کرنا ناگزیر معلوم ہوتا ہے

حالانکہ اس نصیحت میں یہ خطرہ بھی ہے

کہ خود میرا خون بہہ جائے گا

مزید کہتے ہیں۔

اُس شخص کی نصیحت پر کان دھر

جس پر تیرے بڑے احسانات ہیں

چنانچہ وہ یہ سمجھتا ہے

کہ اگر وہ نصیحت میں کوتاہی سے کام لے

تو یہ احسان فراموشی کے مترادف ہوگا

بخدا وہ حکمرانی پھلتی پھولتی نہیں

جس کا مالک اپنی رعیت پر

ظلم کا جال پھیلا دیتا ہے

اس کے بعد نام بہ نام، وزیر ابن غزال اور دو منجوں ثعلب اور فضیل اور بعض دوسرے کارپردازان حکومت کی ناروا روش پر کڑی تنقید کرتے ہیں۔

یہ وہ لوگ ہیں

جن کے ہاتھوں آفات عام ہوئیں

شریعت کا خون ہوا

اور اسلام نے دم توڑ دیا

سبط ابن الجوزی نے مرآة الزمان میں ذکر کیا ہے کہ یہ نظم شاعر نے خود مجھے سنائی اور اپنے ہاتھ سے لکھ کر دی اور یہ اشعار ایسے ہیں کہ اگر سونے کے پانی سے سیاہی چشم پر لکھے جائیں تو بھی ان کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ پھر اشعار نقل کرنے کے بعد مزید لکھا ہے کہ اللہ شاعر پر اپنی رحمت نازل فرمائے، اس کی نگاہ سے پردہ ہٹ چکا تھا اور یہ توفیق الہی کی بات ہے^(۸)۔ یہ زبردست داد غالباً جرأتِ اظہار کے سبب سے دی گئی کیونکہ خالص قتی سطح پر یہ اشعار اتنے غیر معمولی نظر نہیں آتے۔ شاعر نے یہ اشعار سرہتیلی پر رکھ کر کہے تھے مگر معلوم ہوتا ہے کہ صدق مقال کی قدر کی گئی چنانچہ، جیسا کہ ذکر ہو چکا، بعض روایات کے مطابق انہوں نے ایک زمانے میں خود الملک الصالح کا قلمدان وزارت سنبالا^(۹)۔

جہیں اشعار پر مشتمل ایک اور نظم، ابن اخطار نے نقل کی ہے^(۱۰) جس میں دمشق، بالخصوص قاسیون اور اُس کے گرد و نواح سے شدید محبت کے جذبات پائے جاتے ہیں۔ عمر رفتہ کو آواز دی گئی ہے اور اس علاقے کو روئے زمین پر جنت کے مترادف قرار دیا گیا ہے۔ نظم کی قتی سطح بھی لائق داد ہے۔ مطلع ہے۔

إذا ما بدث من قاسیون قباہہ

و بانث لعینیک الغداة لصاہہ

جب بھی قاسیون کے گنبد جلوہ گر ہوتے ہیں

اور، صبح، تیری آنکھوں کے سامنے

اُس کی وادیوں کی تنگنائیں رونما ہوتی ہیں۔۔۔

ایک اور نظم کے آٹھ اشعار قلائد الجمان میں درج ہیں^(۱۱) جو سچی محبت کے غیر مغلوب جذبے کا زور شور بیان کرتے ہیں۔ آخری شعر ملاحظہ ہو۔

وإن مُجَبَّنًا صَدَّتِ النَّارُ وَجْهَهُ

أَوِ الْبَحْرُ، عَنِ أَحْبَابِهِ، غَيْرُ عَاشِقٍ

وہ محبت کا دعویدار

کہ آگ کا لاد یا سمندر کا بہاؤ

اُس کا منہ اُس کے پیاروں کی طرف سے موڑ سکتا ہو

عاشق کہلانے کا مستحق نہیں

دو شعر اور انجوم الزاهرہ میں ابن تفری بردی نے نقل کیے ہیں^(۱۲) جن میں ممدوح کی آمد پر دوستوں کے دل کی کلی کھلنے اور دشمنوں کی بنیاد زندگی ہلنے کا بیان کرتے ہوئے اُس کے قدوم میںنت لڑوم کو پتے ہوئے دیار میں بارانِ رحمت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ قسّی طور پر یہ دونوں شعر کچھ زیادہ پُخت نہیں ہیں چنانچہ خود ابن تفری بردی نے ان کو نقل کر کے معا بعد کسی اور کے دو شعر درج کیے ہیں اور کہا ہے کہ اسی مضمون کو ان دو شعروں میں بہتر طور پر ادا کیا گیا ہے۔

یہ وہ کل سرمایہ ہے جو آج اس عالم فاضل، پُرگو شاعر اور اپنے زمانے کی ایک اہم سیاسی و معاشرتی ہرلعزیز شخصیت کے نتائجِ قلم سے ہم تک پہنچا ہے۔ اس میں سے بیشتر ابن اشعار کی قلائد الجمان ہی میں ملتا ہے جس میں وہ طویل نعتیہ قصیدہ بھی شامل ہے جسے ہم نے قصیدہ شمسہ کا نام دیا ہے اور جو ان سطور کا باعث تحریر ہے۔ جس قدر دیگر مآخذ تک ہماری رسائی ہو سکی اُن میں سے کسی میں بھی اس قصیدے کا ذکر یا کوئی شعر موجود نہیں۔ عربی نعت کے مشہور و ضخیم انتخاب ”المجموعۃ النعمانیة فی المدائح النبویة“ میں بھی یہ قصیدہ شامل نہیں ہے۔ اس اعتبار سے اسے ایک نادر دستاویز کی حیثیت حاصل ہو جاتی ہے جو قلائد الجمان کے علاوہ شاید کہیں بھی محفوظ نہیں رہ سکی۔

زمانی اعتبار سے قصیدہ شمسہ کا ایک اور امتیاز یہ نظر آتا ہے کہ یہ قصیدہ بُردہ سے مقدم ہے۔ قصیدہ بُردہ کا زمانہ تصنیف قطعیت کے ساتھ معلوم نہیں لیکن علامہ فضل احمد عارف صاحب نے اپنی کتاب ”برکات بُردہ“ میں اس کا زمانہ متعین کرنے کے لیے، بجا طور پر، الملک لظاہر کے وزیر

بہاؤ الدین ابن حنا کے عہد وزارت کو حوالہ بنایا ہے (۱۳)۔ محمد بن شاکر الکلی کی روایت کے مطابق امام بصریؒ کا کہنا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں کئی قصائد کہہ رکھے تھے جن میں سے کچھ وزیر زین الدین یعقوب بن الزبیر نے مجھ سے فرمائش کر کے لکھوائے۔ پھر یوں ہوا کہ مجھے فاج ہو گیا جس سے میرا آدھا جسم بیکار ہو گیا۔ تب مجھے اپنے اس قصیدے ”البردة“ کے نظم کرنے کا خیال آیا۔ سو میں نے یہ قصیدہ کہا اور اس واسطے سے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی مجھے صحت بخشے۔ اور بار بار اسے پڑھا اور رو رو کر دعا کرتا اور واسطہ دیتا رہا۔ سویا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپؐ نے میرے چہرے پر اپنا دست مبارک پھیرا اور مجھے ایک چادر عطا فرمائی۔ آٹھ کھلی تو میں نے خود میں قوت محسوس کی۔ سو میں اٹھا اور گھر سے نکل آیا۔ یہ بات میں نے کسی کو بتائی نہیں تھی (مگر ہوا یہ کہ) فقراء میں سے ایک صاحب مجھے ملے اور کہا کہ میری خواہش ہے کہ آپ وہ قصیدہ مجھے عطا کریں جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں کہا ہے۔ میں نے کہا ”کون سا؟“ کہا جو آپ نے بیماری کی حالت میں کہا ہے اور اس کا مطلع دہرا دیا۔ پھر کہا کہ بخدا میں نے یہ قصیدہ گزشتہ شب سنا جبکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پڑھا جا رہا تھا اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھومتے ہوئے دیکھا اور آپؐ نے اسے پسند فرمایا اور پڑھنے والے کو ایک چادر عطا فرمائی۔ سو میں نے قصیدہ اُن صاحب کو دے دیا۔ انہوں نے اس بات کا (اوروں سے) ذکر کیا اور خواب کا چرچا ہو گیا تا آنکہ وزیر بہاؤ الدین، ابن حنا تک پہنچا۔ انہوں نے پیغام بھیج کر قصیدہ منگوا لیا اور قسم کھالی کہ اسے جب سنیں گے کھڑے ہو کر، نیچے پاؤں نیچے سر سنا کریں گے اور وہ اور اُن کے اہل خانہ اسے سننا پسند کرتے تھے۔۔۔ (۱۴)

وزیر بہاؤ الدین مذکور کا پورا نام علی بن محمد بن سلیم ہے اور وہ ”ابن حنا“ کی کنیت سے مشہور ہیں۔ ان کا زمانہ حیات ۶۰۳-۶۷۷ھ/۱۲۰۷-۱۲۷۹ء ہے (۱۵)۔ خوش قسمتی سے البدایہ والنہایہ میں قطعیت کے ساتھ درج ہے کہ الملک الظاہر نے اُن کو پیر، ۸ ربيع الاول ۶۵۹ھ کو اپنا وزیر مقرر کیا (۱۶)۔ قصیدہ بردہ کی تصنیف کے بارے میں مندرجہ بالا روایت سے واضح طور پر یہ تاثر ملتا ہے کہ تصنیف کے بعد جلد ہی اس کی شہرت وزیر ابن حنا تک پہنچ گئی۔ اب اگر یہ واقعہ وزیر مذکور کی وزارت کے پہلے دن کا بھی ہو تب بھی مُردہ کا زلمیہ تصنیف ۶۵۹ھ کے اوائل یا ۶۵۸ھ کے اواخر کی بات ہوگی جبکہ شمس الدین محمد بن سعد ۶۵۰ھ میں وفات پا چکے تھے اور جیسا کہ ذکر ہوا، انہوں نے

قصیدہ شمسہ ۲۵ ذی الحجہ ۶۳۹ھ کو خود ابن اشعار کو سنایا تھا اور عین ممکن ہے کہ وہ بہت پہلے کا کہا ہوا ہو۔ بہر حال یہ واضح ہے کہ یہ قصیدہ، قصیدہ مُردہ سے سال ہا سال پہلے کا ہے اور خارج از امکان نہیں کہ امام بوسیریؒ کی نظر سے بھی گزرا ہو اور انہوں نے اس سے، شعوری یا غیر شعوری اثر بھی قبول کیا ہو۔ اس قصیدے کے اذیلین الفاظ ”تذکر مشاق“ سے ذہن قصیدہ مُردہ کے ابتدائی کلمات ”اَمِنْ تَذْکَرِ جِرَانِ“ کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ اگر لفظ ”تذکر“ دونوں جگہ الگ الگ معنوی پرچمائیں رکھتا ہے لیکن لفظی اشتراک بہر حال توجہ اپنی طرف مبذول کراتا ہے۔ اسی طرح قصیدہ شمسہ کے چوتھے اور پانچویں شعر کا مضمون ۔

جب وہ زخم خوردہ آنکھ کو
گریہ و زاری سے روکتا ہے
تو وہ تھوڑی تھوڑی نہیں
بلکہ زور شور سے بہہ نکلتی ہے
اور اگر وہ سوزِ عشق کو پوشیدہ رکھنا چاہتا ہے
تو اُس کی اشک آلود پلکیں
اُس کے غم اور عشق کا راز فاش کر دیتی ہیں

قصیدہ مُردہ کے تیسرے اور چوتھے شعر کی یاد دلاتا ہے ۔
سو تیری آنکھوں کو کیا ہو گیا ہے
کہ جب تو اُن سے کہتا ہے کہ تھی رہو
تو وہ بہہ نکلتی ہیں
اور تیرے دل کو کیا ہو گیا ہے
کہ جب تو کہتا ہے کہ ہوش میں آ
تو وہ اور سرگشتہ ہو جاتا ہے
کیا عاشق یہ گمان کرتا ہے
کہ چشم گریاں اور دل بریاں کے ہوتے ہوئے
محبت پوشیدہ رہ سکے گی

تاہم مرزج مضامین کے ان لفظی و معنوی اشتراکات سے کوئی حتمی نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا کیونکہ ان کی بنیاد تو اردو محض پر بھی ہو سکتی ہے۔ قتی اعتبار سے قصیدہ بُردہ یھینا فائق ہے اور جذبے کے دُور، تاثیر اور قبول عام میں تو اُس کی مثال ہی نہیں ملتی۔ ہاں قصیدہ شمسہ کو تقدّم زمانی کا شرف ضرور حاصل ہے اور اپنی جگہ ایک معیاری قصیدہ ہونے کی حیثیت سے یہ تاریخِ نعت میں ایک اہم مقام رکھتا ہے۔

قصیدہ شمسہ بحرِ طویل مثنوی مقبوض میں ایک طویل رائیہ ہے جس کے اشعار کی تعداد، جیسا کہ ذکر ہو چکا، ایک سو اڑتیس ۱۳۸ ہے۔ پہلے پندرہ شعر تھیب کے ذیل میں آتے ہیں جن میں بسینہ، غائب، خود شاعر کے سوزِ عشق اور اُس سے پیدا ہونے والے غم و اندوہ اور اشکِ نشانی کا ذکر ہے۔ بیانِ غم میں، تیرا شعر، قتی طور پر بہت مضبوط ہے۔

وہ غم زدہ ہے

غم و اندوہ سے مانوس ہو چکا ہے

اور جو کوئی زمانے کا مزاج آشنا ہو جاتا ہے

غموں کی شکایت نہیں کیا کرتا

آگے چل کر اپنے وطن دمشق کے پُر نضا مقام ”نیرین“ میں اپنے چاہنے والوں کے درمیان آسودہ حال ہونے کے باوجود دُور کے دیار ”رامہ“ اور ”عقیق“ تک رسائی کی آرزو کا ذکر کیا گیا جو ظاہراً تھیب کی عمومی فضا میں دیارِ محبوب کی علامت سمجھے جاسکتے ہیں مگر یہاں، براعتِ احتمال کے انداز میں، قصیدے کے اصل موضوع کی طرف بھی اشارہ کر رہے ہیں کیونکہ ”رامہ“ گو ایک سے زیادہ مقامات کا نام ہے مگر یہاں روئے سخن اُس ”رامہ“ کی طرف ہے جو بصرہ سے مکہ مکرمہ جاتے ہوئے راستے کا ایک پڑاؤ ہے جبکہ ”عقیق“ مدینہ منورہ کے مضافات میں ایک نخلستان ہے بلکہ اسی نواحِ پاک میں کئی مقام اس نام سے موسوم ہیں (۱۷)۔ اپنے وطن کی ارضِ جنتِ نظیر کی تعریف کرتے ہوئے، سولہویں شعر میں، گریز کی لطیف تقریب پیدا کی گئی ہے اور اصل موضوع کا آغاز کیا گیا ہے:

اُس نے ایسے دل کش مقام سے دور چلے جانے کی تمنا کی

کسی اکتاہٹ کے سبب نہیں

بلکہ اُس کا محرک ایک ایسا ارادہ تھا
جو موجب اجر و ثمر ہے

یعنی ایک ایسے مزارِ مبارک کی زیارت
کہ ہر دل اور ہر آنکھ کو
ہدایت شوق میں یہ آرزو ہوتی ہے
کہ وہ اُس میں سا جائے

وہاں وہ ہستی بستی ہے
کہ عالمین کے لیے سراپا عصمت ہے
اور رحمت

جو نیک و بد سب کو محیط ہے
یعنی ذاتِ والاۓ محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم)
جو خیر الانام ہیں

اور سب سے بڑھ کر لائقِ فخر اور بلند مرتبت

بیسویں شعر سے روئے سخن براہِ راست ذاتِ پاک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہو جاتا ہے اور آپ سے مخاطب ہو کر شاعر آپ کی فضیلت اور آپ کی تشریف آوری سے قبل سارے جہاں پر چھائی ہوئی کفر کی ظلمت، توحید سے روگردانی اور شرک و باطل کی حکمرانی کا ذکر کرنے کے بعد یہ بیان کرتا ہے کہ کفر و ضلالت کے اس سیلاب کے سامنے آپ نے ”فاصدع بما تمومر“ (۱۸) پر عمل پیرا ہوتے ہوئے ’بلا خوف لومۃ لائم، دو ٹوک انداز میں پیغامِ حق سنایا اور زمانے بھر کی عداوت کا تن تہا مقابلہ فرمایا تا آنکہ اللہ کی مدد اور فتح آ پہنچی۔

جب گمرہی کا بحرِ زخار اُٹ آیا
اور اُس کا چڑھاؤ عروج کو پہنچ گیا
تو آپ کی آمد اُس کا اُتار ثابت ہوئی

اور جب بے راہ روی کی شبِ تاریک، اور تاریک ہوگئی

تو آپؐ اُس میں مہِ کامل بن کر طلوع ہوئے
 اور اُس کے لیے پیغامِ سحر لائے
 آپؐ نے خدائے رحمن کی راہ میں
 جہاد کا حق ادا کر دیا
 یہاں تک کہ نصرتِ الہی
 اور اُس کے پیچھے پیچھے فتح آ پہنچی

یہ مضامین شعر نمبر ۳۱ تک چلتے ہیں۔ بیسویں شعر میں معجزات کا بیان شروع ہوتا ہے۔

آپؐ کو کھلے کھلے معجزات عطا ہوئے
 جو نصفِ انصار پر چمکتے ہوئے سورج کی طرح
 ٹھوس حقیقت ہیں

پھر سب سے بڑے معجزے یعنی قرآن مجید کا ذکر چھ اشعار میں کیا گیا ہے اور اس کے بارے
 میں مختلف فاسد تصورات مثلاً اُسے سحر قرار دینا یا مخلوق خیال کرنا یا انسانی ذہن کی اختراع سمجھنا یا اُس
 کی تحریری شکل کا منکر ہونا۔ اس ضمن میں یہ استدلال پیش کیا گیا ہے کہ اگر تحریر کا انکار کیا جائے تو
 حدیث کا یہ حکم کیا معنی رکھتا ہے کہ دشمن کی سرزمین میں قرآن لے کر نہ جایا جائے مبادا دشمنوں کے
 ہاتھوں اس کی بے حرمتی ہو۔ یا خود قرآن کا یہ حکم کہ ناپاکی کی حالت میں اسے نہ چھوا جائے،
 وغیرہ وغیرہ۔

انتالیسویں شعر میں معجزہٴ معراج کا بیان شروع ہوتا ہے اور چھیالیسویں شعر تک چلتا ہے۔ اس
 حصے میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک آپؐ کا اسراء اور پھر یثربِ بُراق پر سدرۃ المنعمیٰ تک کا معراج،
 رکتِ الہی سے بہرہ یاب ہونا، آیتِ کبریٰ کا مشاہدہ کرنا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے خطاب بہ سلام،
 پچاس نمازوں میں حضرت موسیٰؑ کی رائے سے تخفیف کے لیے آپؐ کا بار بار بارکوشاں ہونا حتیٰ کہ پانچ
 نمازیں رہ گئیں جن کا ثواب پچاس ہی کے مساوی ہے، یہ سب مضامین علمی انداز میں باندھے گئے
 ہیں جو اس قصیدے کا عمومی اسلوب ہے۔ چنانچہ جا بجا آیات و احادیث کا حوالہ ملتا ہے جن کی توضیح
 عربی متن کے حواشی میں کر دی گئی ہے۔

شعر نمبر ۴۴ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا بیان شروع ہوتا ہے اور اُن روایات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جن کی رُو سے روزِ محشر لوگ حالتِ خوف میں انبیائے کرام علیہم السلام کی خدمت میں جائیں گے مگر وہ معذرت کریں گے تا آنکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ”انالہا“ میں شفاعت کے لیے تیار ہوں“ فرما کر اُن کی شفاعت کے لیے تشریف لائیں گے، آپؐ کو ”لواء الحمد“ عطا کیا جائے گا جس کے نیچے آدم علیہ السلام سے لے کر بعد میں آنے والوں تک سب جمع ہوں گے، پھر آپؐ عرش کے سامنے سجدہ گزار ہو کر شفاعت فرمائیں گے اور آپؐ سے فرمایا جائے گا کہ سر اٹھائیے، آپؐ کی دعائیں مسوع اور شفاعت مقبول ہوئی۔ پھر کوثر و حوضِ آپؐ کو عطا ہوں گے جس سے تشنگاں اپنی پیاس بجھائیں گے۔

شعر نمبر ۵۵ سے آگے دیگر بہت سے معجزات کا ذکر تسلسل سے چلتا ہے مثلاً شق القمر، ولادت مبارکہ کے موقع پر ایوانِ کسریٰ کا اشتقاق، آتشِ کدہٴ مجوس کا سرد پڑ جانا، بحیرہ سادہ کا خشک ہونا، موبدان کا خواب اور سطحِ کاہن کی تعبیر، بحیرتی اور نسطورا راہب کا آپؐ کی ذات میں علاماتِ نبوت کو شناخت کر کے نشانِ دعویٰ کرنا، آپؐ کے دستِ مبارک سے وضو کے لیے پانی کا جاری ہونا، آپؐ کی مبارک اٹھیوں سے پھوٹنے والے پانی سے ہزار سے زیادہ صحابہ کرامؓ کا سیراب ہونا، رُکے ہوئے چشمے آپؐ کی ٹھکی سے رواں ہونا، بہت سوں کی پیاس بجھانے کے باوجود مشکیزے کا بھرا رہنا، چند کھجوروں سے لشکر کو زاد مہیا فرما دینا اور اسی طرح برکتِ رزق کے دیگر کئی واقعات۔ حضرت سلمہ بن اسلم، حضرت عکاشہؓ، اور حضرت عبداللہؓ بن جحش کو آپؐ کی طرف سے لکڑیاں عطا ہونا جنہوں نے جنگ میں تلواروں کا کام کیا حضرت قتادہؓ اور حضرت رفاعہؓ کی آنکھ کا زخمی ہو کر باہر نکل آنا اور حضورؐ کے دستِ مبارک سے پھر پیوست ہو جانا، حائقوں کا نعتِ سرائی کرنا، درختوں کا چل کر آپؐ کی طرف آنا، درخت کے تنے (یعنی حقانہ) کا آپؐ کی طرف مشتاق ہونا، ہرنی اور پتھر کا سلام عرض کرنا، کنگریوں کا دستِ مبارک میں تسبیح پڑھنا، اونٹ کا قدم بوسی کرنا، سُرّاقہ کے گھوڑے کا دھنس جانا، کڑی کا جلا تانا، کیتروں کا گھونسلنا، غزوہٴ حنین کے موقع پر آپؐ کا مشیتِ خاک پھینکنا، بوزی سوکھی بکری کا آپؐ کے لمسِ مبارک سے دودھ اتارنا، آپؐ کی رسالت پر گوہ کا گواہی دینا اور بھیڑیے کا قسم پوری کرنا، بدر میں ملائکہ کا مدد کو اتارنا، حضرت علیؓ کو سردی گرمی سے محفوظ کرنا، سم آلود دست

گوشت کا خود اظہارِ سمیت کرنا، مہینہ بھر کی مسافت سے آپؐ کا رعب طاری ہونا وغیرہ۔ معجزات کے بیان کا یہ حصہ قصیدے کا طویل ترین حصہ ہے یعنی شعر نمبر ۵۵ سے لے کر شعر نمبر ۱۱۲ تک پھیلا ہوا ہے۔ قصیدہ بُردہ میں معجزات کا بیان اس کے مقابلے میں بہت مختصر ہے لیکن اختصار کے باوجود۔۔۔ (یا شاید اسی سبب سے)۔۔۔ زیادہ موثر محسوس ہوتا ہے۔

شعر نمبر ۱۱۳ سے اصحاب و آل کا ذکر شروع ہوتا ہے اور اس ضمن میں خلفائے راشدین، حضراتِ حسین، اور حضرت حمزہ و عباس رضی اللہ عنہم اجمعین کا بطورِ خاص اور جملہ صحابہ کرامؓ کا اجمالاً ذکر کیا گیا ہے اور حدیث ”اصحابی کالنجوم۔۔۔“ (۱۹) کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہا گیا ہے:

یہ وہ درخشاں ستارے ہیں
جن سے راہنمائی حاصل کی جاتی ہے
ان میں سے جس کی طرف بھی تو رخ کر لے گا
وہ تجھے راہ پر لگا دے گا

پھر صحابہؓ کے مناقب و فضائل کے بارے میں یہ عرض کیا گیا ہے کہ وہ ان گنت ہیں اور تمام مخلوق مل کر بھی ان کے بیان و شمار کی طاقت نہیں رکھتی۔
مجھ ایسے کی کیا طاقت کہ انہیں نظم کر سکے
جبکہ ان کے وصف میں آیات
نثر میں آئی ہیں

یہاں تک ۱۲۶ شعر ہوتے ہیں اور اس کے بعد اختتامِ قصیدہ تک جذبے کا دُور، علمی اسلوب پر غالب آ جاتا ہے اور بارہ شعر کے اسی اختتامیے کو شاید قصیدے کا سب سے موثر حصہ کہا جا سکتا ہے:

میرا شعر
ہر چند کہ سورج اور ستارہٴ شعرئی جیسے
درخشندہ الفاظ سے عبارت ہو
ان فضائل کے آگے
پارہٴ ابر کی حیثیت بھی نہیں رکھتا

بس اتنا ہے کہ میں نے
 اُن کی مدح کر کے خود اپنے شعر کو اعزاز بخشا ہے
 اور اس کے وسیلے سے
 کارِ خیر کے دفتر میں اپنا نام لکھوا لیا ہے

آپؐ پر اللہ کا درود
 پھر ان سب (آل و اصحاب) پر ایسا سلام
 جو اپنی مہک سے
 خود مشک کو خوشبو مستعار دیتا ہو
 بانگوں کی مہکار جیسا سلام
 جسے وہ بادِ صبا کے ہاتھ روانہ کرتے ہیں
 تاکہ وہ اُن کا پاس
 ابرو باراں تک پہنچا دے

آپؐ کی محبت کے بل پر
 حشر کے روز تو میں آپؐ کی زیارت کا امیدوار ہوں ہی
 مگر اس دنیا میں بھی اس کے لیے شفاعت فرما دیجئے

تھیدے کے آخری تین اشعار میں خطاب کا رُخ حضرت الوہیت کی طرف پھرتا ہے:

الہی! گناہوں نے مجھے گھیر لیا
 نیکی کا سرنامہ میرے پاس نہیں
 جس کے بل پر غم و معرفت کی اُمید کی جا سکے
 لے دے کر کچھ ہے تو تیری ذات پر میرا حسنِ ظن ہے
 یا پھر میری یہ گواہی
 کہ تو لائٹریک ہے

ذات لاشریک کی عبادت کرنے والا

کامیابی سے ضرور ہمکنار ہوگا

یا یہ کہ میں

نبی صلی اللہ علیہ وسلم

اور آپ کے آل و اصحاب سے محبت رکھتا ہوں

بار الہا! اسی کو میرے لیے سامانِ نجات بنا دے

حواشی و تعلیقات

۱۔ کمال الدین، ابو البرکات، المبارک بن ابی بکر، ابن الفقار الموصلی (۵۹۵-۶۵۳ھ / ۱۱۹۸-۱۲۵۶ء) نے بڑے پُر آشوب دور میں زندگی بسر کی۔ اُن کی وفات کے دو ہی برس بعد سقوط بغداد کا المناک سانحہ رونما ہو گیا۔ انہوں نے یہ تذکرہ ”قلائد الجمان فی فرائد شعراء حداء الزمان“، جو بالعموم ”عود الجمان“ کے نام سے مشہور ہے، دس ضخیم جلدوں میں ترتیب دیا تھا۔ ناسازگارئی حالات کے سبب اس کی مزید نقول تیار نہ ہو سکیں اور دس میں سے دو جلدیں (دوسری اور آٹھویں) دسمبر و زمانہ کی نذر ہو گئیں۔ باقی آٹھ جلدوں کا منحصر بفر دھلی نسخہ، مکتبہ سلیمانہ استنبول (ترکی) میں محفوظ ہے۔ کافی عرصہ قبل ابن الفقار کے وطن الموصل (عراق) کی یونیورسٹی جلد الموصل میں اسے شائع کرنے کا منصوبہ بنا اور تحقیقی متن کے لیے مختلف جلدیں مختلف محققوں کے سپرد کی گئیں۔ چھٹی جلد کا خستہ حال کس راقم کے ذمے آیا جس کا متن طے کرنے میں آٹھ برس سے زائد وقت صرف ہوا۔ اس اثنا میں طبع کی جنگ کے نتیجے میں عراق کے حالات سخت خراب ہو گئے۔ صرف تیسری جلد وہاں سے شائع ہو سکی۔ چھٹی جلد کی اشاعت شیخ زاید اسلامی مرکز، جامعہ پنجاب، لاہور سے ۲۰۰۱ء میں عمل میں آئی۔ پورے تذکرے کی ضخامت کا اندازہ اسی سے لگایا جا سکتا ہے کہ صرف چھٹی جلد بڑی تصحیح کے سارے آٹھ سو صفحات میں طبع ہوئی ہے۔

اس تذکرے میں نحر الدین رازی جیسے عالم و مفسر، مجد الدین ابن الاثیر جیسے محدث، ابن عربی جیسے صوفی، ابن المسعودی اور ابن خلکان جیسے مورخ، یا قوت الحموی جیسے جغرافیہ دان اور سوانح نگار اور ابن نجیر جیسے سیاح، سب بطور شاعر سامنے آتے ہیں اور اکثر حالات میں براہ راست ملاقات کے نتیجے میں اُن کے حالات اور نمونہ کلام کا اندراج کیا گیا ہے۔ چنانچہ بعض ایسی قیمتی معلومات اسی تذکرے میں مل جاتی ہیں جو کہیں اور دستیاب نہیں ہو سکی تھیں۔ مثال کے طور پر شیخ اکبر، محی الدین، ابن عربی سے براہ راست روایت کے ذریعے، آغاز شباب ہی میں فوجی ملازمت ترک

کر کے اُن کے راہِ طریقت پر گامزن ہو جانے کا جو محرک خود اُنہی کی زبانی اس تذکرے کی وساطت سے سامنے آیا ہے، ماہرین کو ایک عمر سے اُس کی تلاش تھی۔ زیرِ نظر نعتیہ قصیدہ بھی اسی تذکرے سے ہونے والی ایک ایسی ہی نادر دریافت ہے۔

۲۔ فلانہ الجمان، ۳۳۲/۶-۳۵۰، (اوراقِ مخطوط، ۱۶۰/الف-۱۶۶/ب)

۳۔ اکثر مآخذ میں اُن کا سالِ ولادت ۵۵۷ھ بتایا گیا ہے لیکن ابنِ اشقر نے چونکہ براہِ راست پوچھ کر لکھا ہے اور خود شاعر نے قیاساً بتایا ہے اس لیے معلوم ہوا کہ یقینی تاریخ کا علم کسی کو نہیں اور اندازہ شاعر ہی کا مستند سمجھا جانا چاہیے۔

۴۔ ذیل ابنِ رجب، (۲۰۰/۲)، میں ”مُفْلِح بنِ حبیب اللہ“ کے بجائے ”حبیب اللہ بنِ مفلح“ درج ہے جو سہوِ قلم معلوم ہوتا ہے کیونکہ تاریخ الاسلام (مخطوط)، (ورق ۲۳۹/الف)، فوت الوفيات، (۳۵۸/۳)، الوافی، (۹۱/۳)، النجوم الزاهرة، (۲۶۷/۷)، اور شذرات الذهب، (۲۵۱/۵) سب میں ”مُفْلِح بنِ حبیب اللہ“ ہی ہے۔

۵۔ وفات کا مہینہ صفر سبط ابن الجوزی (۵۸۱-۶۵۳ھ) کی مرآة الزمان، (۷۸۸/۸)، میں درج ہے جن کی خود شاعر سے ملاقات رہی اور جو اُن کی وفات کے وقت غالباً دمشق ہی میں تھے۔ انہوں نے یہ نشانِ دہی بھی کی ہے کہ شاعر کی قبر شیخ ابو عمر (?) کے قریب تھی۔ بعد میں الحسینی نے صلیۃ التملک میں اور ذہبی نے اپنی مختلف کتب میں ماہِ جنّیوال درج کیا بلکہ جنّیوال کی دوسری تاریخ کی تحدید بھی کر دی۔ صلیۃ التملک (مخطوط) ہماری رسائی میں نہیں اور ذہبی نے اپنی روایت کی کوئی سند بیان نہیں کی۔ دونوں حضرات کا زمانہ (الحسینی ۶۳۶-۶۹۵ھ، الذہبی ۶۷۳-۷۴۸ھ) بھی چونکہ متاخر ہے اس لیے ہم، کسی یقینی دلیل کی عدم موجودگی میں، معاصر شہادت یعنی سبط ابن الجوزی ہی کے قول (ماہِ صفر) کو ترجیح دیتے ہیں۔

۶۔ دیکھیے تاریخ الاسلام (مخطوط)، ورق، ۲۳۶/ب، ذیل ابنِ رجب، ۲۰۱/۲، شذرات الذهب، ۲۵۱/۵

۷۔ قلم کے عربی متن کے لیے دیکھیے، مرآة الزمان، ۷۸۸-۷۸۷/۸، فوت الوفيات، ۳۵۸/۳، الوافی، ۹۲/۳

۸۔ مرآة الزمان، حوالہ بالا

۹۔ ذیل ابنِ رجب، ۲۰۱/۲، شذرات الذهب، ۲۵۱/۵

۱۰۔ فلانہ الجمان، ۳۳۲/۶-۳۳۹

۱۱۔ ایضاً، ۳۳۹/۶-۳۵۰

۱۲۔ النجوم الزاهرة، ۲۷۷/۷

- ۱۳۔ برکات بُردہ، ۳۶-۴۷
- ۱۳۔ فوات الونیات، ۳۶۸/۳-۳۶۹۔ یہی روایت تھوڑے تھوڑے فرق سے الوانی، (۱۱۲/۳)، اور کشف المنکون (۱۳۳۱)، میں بھی ملتی ہے۔
- ۱۵۔ الاعلام، ۳/۳۳۳
- ۱۶۔ البدلیۃ والتحصیۃ، ۱۳/۲۳۰
- ۱۷۔ دیکھیے معجم البلدان، بذیل ”رلمۃ“ و ”معتیق“
- ۱۸۔ القرآن، ۱۵/۹۳
- ۱۹۔ المشکوٰۃ، باب مناقب الصحابۃ، تیسری فصل

مصادر و ماخذ

(نوٹ): عربی متن کے حواشی میں (ن.م.) سے مراد نفس المصدر (ماخذ مذکور) ہے۔

ابن ماجہ:

ابن ماجہ، محمد بن یزید القزوی (م ۲۷۳ھ)، سنن ابن ماجہ، تحقیق: محمد واد عبدالباقی، مصر، ۱۳۷۳ھ/۱۹۵۴ء

الأعلام:

الزَّوْجَلِي، خير الدين بن محمود، (م ۱۳۹۶ھ)، الأعلام، قاموس تراجم، دارالعلم للملایین، بیروت، لبنان، نویں اشاعت،

۱۹۹۰ء

البدلیۃ والتحصیۃ:

ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، ابوالفداء، (م ۷۷۷ھ)، البدلیۃ والتحصیۃ، مکتبۃ المعارف، بیروت/مکتبۃ النصر، الریاض،

اشاعت اولی، ۱۹۶۶ء

برکات بُردہ:

فضل احمد عارف علامہ، برکات بُردہ، نذیر سنز پبلشرز، اردو بازار، لاہور، تاریخ ندارد

التَّاج:

الزَّوْجَلِي، محمد مرتضیٰ (م ۱۲۰۵ھ)، تاج العروس من جواهر القاموس، مصر، ۱۳۰۶-۱۳۰۷ھ

تاريخ الاسلام (مخطوط):

الذهبي، شمس الدين، محمد بن أحمد (م ٤٢٨هـ)، تاريخ الاسلام، (ج ١١)، مخطوطه نمبر 305 Laud Or، بودلن

لايبيري، آكسفورڈ

الخصائص الكبرى:

السيوطي، جلال الدين، عبدالرحمن بن أبي بكر (م ٩١١هـ)، كفایة الطالب الملیب فی خصائص الحبيب المعروف

بالخصائص الكبرى، حیدرآباد دکن، ١٣٢٠ھ

ذیل ابن رجب:

ابن رجب، عبدالرحمن بن أحمد (م ٤٩٥هـ)، الذیل علی طبقات الختابة، تخریج و تحشیة: ابو حازم اسامه ابو الزهراء،

حازم، بیروت ١٣١٤ھ / ١٩٩٤ء

سیر اعلام النبلاء:

الذهبي، شمس الدين، محمد بن أحمد (م ٤٢٨هـ)، سیر اعلام النبلاء، مؤسسة الرسالة، بیروت، ١٣٠١-١٣٠٥ھ /

١٩٨١-١٩٨٥ء

السيرة:

ابن هشام، عبدالملك، العافري (م ٢١٣هـ)، السيرة النبوية، تحقيق: مصطفى السقا وغيره، مصر، ١٣٢٥ھ / ١٩٥٥ء

شذرات الذهب:

ابن العماد، الحسيني، عبدالحی (م ١٠٨٩هـ)، شذرات الذهب فی اخبار من ذهب، مكتبة القدی، القاهرة،

١٣٥٠-١٣٥١ھ

السقا:

القاضي عياض بن موسى (م ٥٢٣هـ)، السقا جريف حقوق المصطفى، تحقيق: علي محمد السجاوي، القاهرة، ١٣٩٨ھ /

١٩٤٤ء

صحیح البخاری:

البخاری، محمد بن اسماعیل (م ٢٥٦هـ)، الجامع الصحیح

الخبر:

للذهبي، شمس الدين، محمد بن احمد (١٢٨٤هـ)، الخبر في خبر من خبر تحقيق: صلاح الدين الهجد، الكويت،

١٩٦٠-١٩٦٦ء

فوات الوفيات:

للثعلبي، محمد بن شاكر بن احمد (١٩٢٣هـ) فوات الوفيات والذيل عليها، تحقيق: در احسان عباس، دارالافتاء، بيروت،

١٩٤٣-١٩٤٣ء

القاسوس:

للغير وزآبادي، محمد الدين، محمد بن يعقوب (٨١٤هـ)، القاسوس الحظي والقابوس الوسيط، المطبعة المحمدية، مصر، ١٣١٩هـ

قلائد الجمان:

ابن القطار، المبارك بن ابي بكر (٦٥٣هـ)، قلائد الجمان في فرائد شعراء هذا الزمان المشهور بتعود الجمان في

شعراء هذا الزمان، مجلدي، تحقيق: خورشيد رضوي، شيخ زايد، اسلامي مركز، جلد١ پنجاب، لاهور، ١٣٢٢هـ / ٢٠٠١ء،

مخطوطه قلائد الجمان، نمبر ٢٢٢٣-٢٢٣٠، ذخيره اسد اندي، كتب خانہ سليمانيه، استنبول، تركي

كشف المظنون:

حاجي خليفة، مصطفى بن عبدالله (١٠٦٤هـ)، كشف المظنون عن اسامي الكتب والفنون، استنبول، ١٩٣١ء

اللسان:

ابن منظور الافريقي، محمد بن مكرم (٤١١هـ)، لسان العرب، تحقيق: علي شيري، دار احياء التراث العربي، بيروت،

المطبعة الاولى، ١٣٠٨هـ / ١٩٨٨ء

مرآة الزمان:

سبط ابن الجوزي، يوسف بن قزويني (٦٥٣هـ)، مرآة الزمان في تاريخ الاعيان، (القسم الثاني من الجزء

الثامن)، حيدرآباد، دکن ١٣٤١هـ / ١٩١٢ء

مسند احمد:

احمد بن محمد بن حنبل (٦٣١هـ) مسند الامام احمد بن حنبل، تحقيق: محمد الزهرى، انوارى، المطبعة المحمدية، مصر،

١٣١٣هـ

المشكاة:

الخطيب البتريزي، ولي الدين، محمد بن عبدالله، (م ٤٣١هـ) مشكاة المصابيح، لاهور، ١٣٤٥هـ / ١٩٥٥ء

معجم البلدان:

ياقوت بن عبدالله الحموي الرودي (م ٦٢٦هـ) كتاب معجم البلدان، تحقيق: فرؤى تيزوشغلدا، ليهرك، ١٨٦٦ء

النجوم الزاهرة:

ابن تقي بردي، يوسف بن تقي بردي بن عبدالله (م ٨٤٣هـ)، النجوم الزاهرة في ملوك مصر والقاهرة،

١٣٣٨-١٣٤٥هـ / ١٩٢٩-١٩٥٦ء

الوفاي:

الشافعي، صلاح الدين، خليل بن ابيك (م ٦٣٣هـ) الوفاي بالوفيات، ويسادن، آغاز اشاصب اجزاء، ١٣٣٨هـ /

١٩٦٣ء

الوقا:

ابن الجوزي، ابوالفروج عبدالرحمن (م ٥٩٤هـ)، الوقا باحوال المصطفى، تحقيق: مصطفى عبدالواحد، مطبعة المتعاقدة، مصر،

١٣٨٦هـ / ١٩٦٦ء

☆---☆---☆

متن القصيدة

تَذَكَّرُ مشتاقٌ وأنى له الذكرى ولم يستطع للوجدِ صرفاً ولا أمراً^(١)
أخولوعة ما فارق الشوق قلبه ولا واصل السلوان يوماً ولا الصبرا
كثيبٌ غدا للهيم والحزن ألفاً وما أنكَرَ الأحزانَ من عرف الدهرا
إذا نهته الطرف القريح عن البكا جرى مُستهلاً، لا بكياً^(٢) ولا نزراً
5 وإن رامَ كتمانَ الصبابة عبثت عن الوجدِ والأشواقِ أجفانه العبرى^(٣)
كأنَّ عليه الدَّمْعُ ضربة لازِبِ إذا شامَ برقاً أو رأى منزلاً قفراً
تخالُ به، ممَّا جنى الوجدُ جنةً وتحسبُ من مَيدي^(٤) الغرامُ به سُكراً
يرومُ بلوغَ الوصلِ من أهلِ رامةٍ ولم يَنوِ أهلَ النَّيرينِ له هَجراً
ويَهوى مَقراً بالعقيقِ^(٥) و دازه على طيِّبها^(٥) بالسَّهمِ بالقربِ من مَقراً^(٥)
10 محلٌّ إذا أفسمت أن ليس مثله على الأرضِ حُسناً كُنتَ فى القَسَمِ البَراً
إذا ذُكرتُ جناتُ عدنٍ وطيِّبها وكُنتَ به جِلاً، حسبتَ له الذكرى
تنافسَ فيه الحسنُ مرأىً ومنظراً ولم تَبْلغِ الأخبارُ عن طيِّبه الخُبرا

١. "صرفاً ولا أمراً" مطموس وكانه كذا.

٢. كذا يظهر فى الأصل مشدداً ومعناه الكثير البكاء والأنسب "بكيئاً" بالهمز من بكأث عيني إذا قل دمعها.

(راجع التاج "بكى" و "بكا").

٣. مطموس، نراه كذا.

٤. رسم الأصل "ميدا". يقال فعله مئدى ذلك أى من أجله. والذى فى اللسان مئد ذلك قال ولم يُسمع من

مئدى ذلك (التاج).

٥. راجع معجم البلدان.

لُسْكَانِهِ مَا فِي الْجَنَانِ سِوَى الْبَقَا فُطُوبَى لِمَنْ أَفْنَى مُطِيفًا بِهِ الْعُمْرَا
مُنَى الدِّينِ وَالدُّنْيَا مَيْسَرَةً بِهِ فَبِالْيَسْرِ يَحْطَى مُتَّفِعِهِمْ^(١) وَبِالْيَسْرِ
15 تُعَجَّلُ فِي الدُّنْيَا بِسُكْنَاهُ جَنَّةٌ وَيُنْقَلُ فِي الْأُخْرَى إِلَى الْجَنَّةِ الْأُخْرَى
تَمْنَى النَّوَى عَنِ ذَاكَ، لَا عَن مَلَالَةٍ وَلَكِنْ نَوَى مَا يُوجِبُ الْأَجْرَ وَالْفَخْرَا
زِيَارَةَ قَبْرِ، كُلُّ قَلْبٍ وَنَاطِرٍ يَوْدُ اشْتِيَاقًا أَنْ يَكُونَ لَهُ قَبْرَا
بِهِ عِصْمَةٌ لِلْعَالَمِينَ وَرَحْمَةٌ تَعْمُهُمْ مَنْ سَاءَ مِنْهُمْ وَمَنْ سَرَا
بِهِ الْمُصْطَفَى خَيْرُ الْأَنَامِ، مُحَمَّدٌ وَأكْبَرُ [هُم] ^(٢) فَخْرًا وَأَشْرَفُهُمْ قَدْرَا
20 أَسِيدَ أَهْلِ الْأَرْضِ طُرًا، وَصَادِقًا أَقُولُ، وَ خَيْرَ الْخَلْقِ كُلَّهُمْ طُرَا
هُدَانَا بِكَ الرَّحْمَنُ بَعْدَ ضَلَالَةٍ وَكُفْرٍ عَلَى الدِّينِ الْقَوِيمِ أَتَى كَفْرَا ^(٣)
وَقَدْ طَبَّقَ الْأَرْضَ الضَّلَالَ فَلَمْ يَدَعِ مِنَ الْجَهْلِ، مِنْ أَقْطَارِهَا، خَالِيًا قُطْرَا
وَقَدْ هُجِرَ التَّوْحِيدُ وَاعْتَبِلَ أَهْلُهُ وَأَصْبَحَ قَوْلُ الْحَقِّ عِنْدَ الْوَرَى هُجْرَا
وَمَالَ عَمُودُ^(٤) الدِّينِ إِذْ ثُلَّ عَرْشُهُ وَصَالَ عَدُوَّ اللَّهِ فِي الْأَرْضِ وَاسْتَضْرَى^(٥)
25 وَبَتْ بِهَا أَشْرَاكٌ شِرْكٍ وَبَاطِلٍ وَجِبَتْ وَطَاغُوتٍ تَصِيدُ النَّهْيَ قَهْرَا
وَذَلِكَ لِلْفِرِّ الْأَغْرَ^(٦) سَفَاهَةٌ وَمَا هَجَرَ الْأَدْنَى يَعُوقُ وَلَا نَسْرَا

١. غير واضح نراه كذا.

٢. سقط من الأصل.

٣. الكفر بالفتح، ويكسر، ظلمة الليل واسوداده (راجع القاموس).

٤. يظهر في الأصل "عمود" بالذال المعجمة.

٥. استضريت للصيد إذا اختلته من حيث لا يعلم (اللسان).

٦. كذا يظهر. ويحمل "الفرع الأعز". وفي هذا البيت والبيت السابق تلميح إلى ما ورد في القرآن، ٥١/٣، و ٢٣/٤١

فَقُمْتَ بِأَمْرِ اللَّهِ بِالْحَقِّ صَادِعًا^(١) وَلَمَّا تَهَبَّ فِيهِ الْوَعِيدَ وَلَا الزَّجْرَا^(٢)
 وَعَادَيْتَ أَهْلَ الْأَرْضِ طَوْعًا لِأَمْرِهِ وَأَنْتَ الْوَحِيدُ الْفَرْدُ—^(٣)
 وَلَمَّا طَمَى بِحَرٍّ مِنَ الْغَيِّ زَاخِرٌ وَمُدٌّ لَهُ مَدًّا أَتَيْتَ لَهُ جِزْرَا
 30 وَحِينَ دَجَى لَيْلُ الضَّلَالَةِ حَالِكًا طَلَعَتْ لَهُ بِدْرًا^(٤) وَكَنتَ لَهُ الْفَجْرَا
 وَجَاهَدْتُ فِي الرَّحْمَنِ حَقًّا جِهَادِهِ إِلَى أَنْ أَتَاكَ الْفَتْحُ يَتَّبِعُ النَّصْرَا^(٥)
 لَكَ الْمُعْجَزَاتُ الْبَيِّنَاتُ الَّتِي غَدَّتْ^(٦) مُحَقَّقَةً كَالشَّمْسِ طَالِعَةً [ظَهْرًا]^(٧)
 فَمِنْهَا كَلَامُ اللَّهِ جَانِكٌ ، مُنْزَلًا ، بِهِ جِبْرَيْلُ ، ضَلَّ مَنْ ظَنَّهُ سِحْرَا
 وَمَنْ قَالَ مَخْلُوقٌ وَمَنْ قَالَ مُفْتَرَى وَمَنْ قَالَ لَمْ يُكْتَبْ بِرَقٍّ وَلَمْ يُقْرَا
 35 وَلَوْ كَانَ مَا قَالُوهُ مَا كَانَ مُنْزَلًا وَلَا جَاءَ عَنْهُ النَّهْيُ أَنْ يُضْحَبَ السَّفْرَا^(٨)
 وَلَمَّا يَقُلْ ”هَذَا“^(٩) إِلَيْهِ إِشَارَةً وَلَا مَنَعُوا مِنْ مَسِّهِ عَازِمًا طُهْرَا
 وَلَمَّا تَحَدَّثَهُمْ بِبَيِّنَاتٍ مِثْلِهِ وَأَسْمَعَ مَنْ فِي أُذُنِهِ جَعَلَ الْوَقْرَا^(١٠)

- ١ . تلميح إلى القرآن، ٩٣/١٥ .
- ٢ . مطموس ولعله كذا .
- ٣ . كلام مطموس غير واضح .
- ٤ . مطموس نراه كذا .
- ٥ . في البيت تلميح إلى القرآن، ٤٨/٢٢ و ١١٠/١ .
- ٦ . ”التي غدت“ مطموس ونراه كذا .
- ٧ . ”كالشمس طالعة“ مطموس ولعله كذا و ”ظهرا“ مطموس بالكيفية قسناه قياسًا .
- ٨ . يشير إلى ما روى عن ابن عمر أن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى أن يسافر بالقرآن إلى أرض العدو مخافة أن يناله العدو (راجع مسند أحمد، ٤/٢، ٥٥، ٦٣، ٨٦، ١٠٦، ١٢٨) .
- ٩ . لعله يشير إلى قوله تعالى ”هذا القرآن“ وتكرر مرارًا . انظر، مثلاً، القرآن، ٣١/١٤، ٨٨، ٨٩ .
- ١٠ . في البيت إشارة إلى القرآن، ٢٣/٢، ٣٨/١٠، ١٣/١١، ١٤/١٤، ٨٨/١٤، ٤٣/٣١، ٥٠/٣١ .

”إِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوهُ“^(١) عَدَّتْ مِنْ أَمَانِيهِمْ أَكْفَهُمْ صِفْرًا
لَكَ الْمُرْتَقَى الْأَعْلَى الَّذِي عَنْهُ هَيْبَةٌ تَأَخَّرَ جِبْرِيلُ، وَحَسْبُكَ ذَا فُجْرًا
40 وَلَيْلًا مِنَ الْبَيْتِ الْحَرَامِ بِمَكَّةَ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى بِكَ اللَّهُ قَدْ أَسْرَى^(٢)
رَكِبَتْ عَلَى ظَهْرِ الْبُرَاقِ مُحَلَّقًا إِلَى سِدْرَةِ الْمُنْتَهَى^(٣) فَاقَبَتِ السُّدْرَا
رَأَيْتِ، كَمَا خَبِرْتِ، رَبِّكَ، مَا لَهٗ شَيْبَةٌ، وَمِنْ آيَاتِهِ الْآيَةُ الْكُبْرَى^(٤)
وَحَيَاكَ مِنْهُ بِالسَّلَامِ وَلَمْ يَنْلُ سِوَاكَ نَبِيٌّ هَذِهِ اللَّيْلَةَ الْفَرَا
وَمَنْ تَمَّ تَخْفِيفُ الصَّلَاةِ عَلَى الْوَرَى^(٥) وَخَمْسِينَ كَانَتْ تَلْزِمُ الْعَبْدَ وَالْحُرَّ
45 فَمَا زِلْتُ فِي تَخْفِيفِهَا مُتَرَدِّدًا^(٦) إِلَيْهِ فَأَبْقَى الْفَرَضَ مِنْ ذَلِكَ، الْعُشْرَا
وَذَلِكَ عَنْ رَأْيِ الْكَلِيمِ وَإِنَّهَا لَسَاقِطَةٌ فَعَلًا وَ مُحْسُوبَةٌ أَجْرًا^(٧)
وَأَنْتَ شَفِيعُ الْخَلْقِ فِي يَوْمِ عَرْضِهِمْ وَقَدْ أَلْبَسُوا^(٨) رُعْبًا وَقَدْ أَلْبَسُوا دُعْرًا^(٩)
أَنْتَهُمْ أَمْنَا وَقُلْتُ ”أَنَا لَهَا“^(١٠) وَكُلُّ نَبِيٍّ ، مِنْهُمْ طَلَبَ الْعُدْرَا

١. القرآن، ٢٠٣/٤.
٢. يشير إلى القرآن، ١/١٤ و ١٨، ١٣/٥٣ وقصة الإسراء والمعراج معروفة. انظر السيرة، ٣٩٦/١ والشفاء، ٢٣١.
٣. ”على الورى“ مطموس ولعله كذا.
٤. ”تخفيفها مرّددًا“ مطموس ولعله كذا.
٥. حديث تخفيف الصلاة عن رأى موسى عليه السلام معروف (راجع الشفاء، ٢٣٣).
٦. كذا يظهر، ويجانس ”ألبسوا“. ويحتمل ”أيسوا“ و يوافق الفظ رواية ”وأنا مبشرهم إذا أيسوا“ (ن-م، ٢٤٣).
٧. ”ألبسوا دُعْرًا“ مطموس ولعله كذا.
٨. انظر مسند احمد، ٢٩٥/١، ١٣٣/٣ حيث الحديث بتفاصيله وفيه ذكر قوله صلى الله عليه وسلم ”أنا لها“ واعتذار الأنبياء و سجدته عليه الصلاة والسلام وإعطاء الله سؤله إياه إلى غير ذلك مما ورد فى هذا البيت والأبيات التالية. وانظر أيضًا الشفاء، ٢٩٣-٢٩٤.

فُتْعَطَى لَوَاءَ الْحَمْدِ آدَمُ تَحْتَهُ وَمَنْ ذُوْنَهُ^(١)، يَرْجُونَ مِنْ فَضْلِكَ الْبِرَّ^(٢)
 50 وتدنو أمام العرش، لله ساجداً لتشرح للراجي شفاعتك الصِّدْرَا
 فَيُولِيكَ فَخْرًا يَجْمَعُ السُّؤَالَ وَالرِّضَا وَيُؤْتِيكَ حَمْدًا يَجْمَعُ الْحَمْدَ وَالشُّكْرَا
 يَقُولُ لَكَ ارْفَعْ رَأْسَكَ الْيَوْمَ رَاضِيًا فَأَنْتَ لَهَا أَهْلٌ وَأَنْتَ بِهَا أُخْرَى
 وَقُلْ يُسْتَمْعَ، وَاشْفَعْ تُشْفَعُ وَسَلْ تَنْلُ فَيَوْمَكَ هَذَا، مُشْبِهَ لَيْلَةِ الْإِسْرَا^(٣)
 لَكَ الْكَوْثُرُ الْمَوْزُودُ وَالْحَوْضُ مَنْ يَرِدُ زِلَالَهُمَا لَمْ يَعْرِفِ الْخِمْسَ وَالْعِشْرَا^(٤)
 55 وَهُنَّ لَكَ الْبِدْرُ الْمُنِيرُ كِرَامَةً وَقَدْ قَالَ قَوْمٌ لَنْ نَشُقَّ لَكَ الْبِدْرَا^(٥)
 وَيِوَانَ كِسْرَى انشَقَّ لَيْلَةَ بُشْرَتِ بِكَ الْأَرْضُ مَوْلودًا فَأَعْظَمَ بِهِ بُشْرَى
 وَفِيهَا خَبَتْ نَارُ الْمَجُوسِ وَلَمْ تُكُنْ خَبَتْ أَلْفَ عَامٍ قَبْلُ سِرًّا وَلَا جَهْرًا^(٦)
 وَأَيْضًا بِهَا غَارَتْ بَحِيرَةٌ سَاوَةٌ وَقَدْ كَانَ رَائِيهَا يُسَاوِي [بِهَابِحْرَا]^(٧)

١. في الأصل، "دونهم"، سبقة قلم. راجع مسند أحمد، ٢٨١/١ "—ويدي لواء الحمد ولا فخر— آدم فمن دونه تحت لوائى ولا فخر".
٢. مطموس وكأنه كذا.
٣. هذا البيت تأخر عن البيت التالي في الأصل خطأ وأشير إلى ذلك بالهامش بكلمة "مقدم" بخط دقيق، أى من حق البيت أن يقدم.
٤. هذا البيت في الأصل تقدم خطأ وتبه على ذلك بالهامش بكلمة "مؤخر" أى من حقه أن يؤخر. والخمس والعشر بالكسر من أظماء الإبل وهو أن ترد الماء اليوم الخامس والعاشر (راجع اللسان) يشير إلى ما روى من حديث الحوض أنه "من شرب منه لم يظمأ أبداً" (الشفاء، ٢٤٨) فكيف يحتاج إلى الورد، بعد ذلك.
٥. معجزة انشقاق القمر معروفة. (راجع الشفاء، ٣٥٣ والوفا، ٢٤٢).
٦. "سرا ولا جهرا" غير واضح وكأنه كذا.
٧. "يساوى" مطموس نراه كذا و"بها بحرا" مطموس بالكسبة قسناه قياسا. وحديث يوان كسرى و نار فارس و بحيرة ساوة مشهور (راجع، مثلا، الوفا، ٩٤).

- وفي تلك رؤيا الموبدان وقد غدا سَطِيحٌ بِتَغْيِيرِ----- (١)
- 60 ولَمَّا لَمَسْتَ الْأَرْضَ أَلْفَيْتَ سَاجِدًا (٢) وبانت قُصُورٌ عَمَّهَا النُّورُ مِنْ بُصْرَى (٣)
- و يوم بَجِيرَى إِذْ أَتَاكَ مُسْلِمًا (٣) ومُستَجْبِرًا عَمَّا أَحَاطَ بِهِ خُبْرًا
- رَأَى مِنْكَ آيَاتِ النَّبُوءَةِ قَدْ [أَتَى] (٥) بها رُسُلُ الْأَفَاقِ يَتَلَوْنَ [نَهْأ، تَتْرَى / ذَكَرًا] (٥)
- فَأَثْبَتَهَا (٦) فِي الْحَالِ مَرَأَى وَمَسْمَعًا وطَابَ بِهَا نَفْسًا وَ عَيْنًا بِهَا قَرَأَ
- فَأُشْرِبَ إِيمَانًا وَمَا زَاغَ قَلْبُهُ وآمَنَ إِيقَانًا وَلَمْ يَسْتَزِدْ فِكْرًا
- 6 5 رَاكٍ وَظِلٌّ لِلْغَمَامَةِ سَابِغٌ عَلَيْكَ وَبَاقِي الرِّكْبِ عَنِ ظِلِّهَا حَسْرًا (٤)
- وقد خَرَّتِ الْأَشْجَارُ فِي الْبَرِّ سُجْدًا لِرُؤْيَاكَ لَمَّا شَرَّفَتْ (٨) ذَلِكَ الْبَرَا
- وَعَايَنَ أَيْضًا لِلنُّبُوءَةِ خَاتَمًا بِهِ خُتِمَتْ، فَازْدَادَ فِي أَمْرِهِ أَمْرًا
- وَرَدُّ أَنَا سَا قَدْ أَتَوَكَ لَغِيْلَةً وَأَوْسَعَهُمْ نُصْحًا وَحَدَّرَهُمْ غَدْرًا (٩)
- وَنُوبَةٌ نَسْطُورًا بِبُصْرَى (١٠) وَقَدْ أَتَى يَوْمَهُمْ (١١) فِيمَا يُبَاغُ وَمَا يُشْرَى

- ١ . كلام مطموس --- وانظر لقصة رؤيا الموبدان و سطيح، الوفا، ٩٤-١٠٠ .
- ٢ . راجع ن-م، ٩٥، حيث وردت رواية سجوده عليه الصلاة والسلام عند ولادته.
- ٣ . انظر السيرة، ١٥٨/١ والوفا، ٩٣، ٩٥ .
- ٤ . "مسلمًا" مطموس ولعله كذا وقصة بحيرى الراهب معروفة. انظر، مثلاً، السيرة، ١٨٠/١-١٨٣، والوفا، ١٣٢-١٣٣ .
- ٥ . مابين الحاصرتين مطموس للغاية وإنما قسناه قياسًا.
- ٦ . غير واضح وكأنه كذا.
- ٧ . ويحتمل "حسرى" جمع "حسير" وهو المتلهف على ما فاته.
- ٨ . كأنه "شرفت" فى الأصل بالقاف ونرى الصواب بالقاف والفاعل "رؤياك".
- ٩ . يشير إلى ما كان من زهير وصاحبيه (راجع السيرة، ١٨٣/١).
- ١٠ . "نوبة نسطورا بصرى" غير واضح فى الأصل ونراه كذا وقصة نسطورا الراهب أيضا معروفة (انظر، مثلاً الوفا، ١٣٣).
- ١١ . غير واضح فى الأصل ونراه كذا من أمه يؤمه أما إذا قصدته (اللسان).

- 70 رَأَى مِنْكَ مَا قَدْ سَطَّرُوهُ بِكُتُبِهِمْ مِنْ الْحَقِّ وَالْآيَاتِ مَا أَعُوذْتُ سَطَّرًا؟^(١)
- فَأَقْسَمَ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ تَيْقُنًا لِأَنْتَ الَّذِي جَاءَتْ بِمَبْعَثِهِ الْبَشَرَى
- وَأَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ تُبْعَثُ رَحْمَةً وَنَعْتُكَ بِالْأُمَّتَى فِي الْكُتُبِ عِنْدَنَا
- وَتَأْمُرُنَا بِالْعُرْفِ وَالْعَدْلِ وَالتَّقَى وَتَأْتِي لَنَا الْفَحْشَاءُ وَالْبَغْيَ وَالتُّكْرَا
- 75 لَنَا، طَيِّبَاتِ الْأَكْلِ، شَرَعًا، تُحِلُّهَا^(٢) كَمَا هُوَ فِي التَّوْرَةِ مِنْ قَبْلِهِ يُقْرَأُ^(٣)
- كَذَلِكَ فِي الْإِنْجِيلِ نَتَلُوهُ دَائِبًا^(٥) كَمَا هُوَ فِي التَّوْرَةِ مِنْ قَبْلِهِ يُقْرَأُ
- وَصَحِبِكَ لَمَّا أَعُوذَ الْمَاءُ وَاسْتَشْوَا؟^(٦) بَأَنَّهُمْ لَمْ يَدْرِكُوا الْوَقْتَ وَالْعَصْرَا
- جَعَلْتَ لَهُمْ مِنْ كَفِّكَ الْبَحْرَ مَنْهَلًا فَصَلُّوا وَكُلُّ الْقَوْمِ قَدْ أَسْبَغَ الطُّهْرَا^(٧)
- وَأَلْفَا وَبَضَعَ الْأَلْفَ رِيًّا سَقَيْتَهُمْ بِنَانُكَ مِنْ نَوْرِ جُعِلْنَ بِهِ غَمْرَا^(٨)

-
١. "ما أعوذت سطرًا" كأنه كذا في الأصل.
 ٢. في هذا البيت والآيات الثلاثة التي تليها الضغات إلى القرآن، ١٥٧/٧.
 ٣. الشطر مطموس وكذا نراه.
 ٤. هذا الشطر يتكرر في البيت الآتي وقد وردهنا خطأ وسقط شطر هذا البيت ولعله كان يشتمل على معنى تحريم الخبائث (انظر القرآن، ن.ن).
 ٥. غير واضح نراه كذا.
 ٦. غير واضح وكأنه كذا.
 ٧. يشير إلى ما روى عن أنس، رضى الله عنه، من أنه حانت صلاة العصر فالتمس الناس الوضوء فلم يجدوا — الحديث (انظر مسند أحمد ١٣٢/٣ والشفا، ٣٠٢).
 ٨. بالفتح الماء الكثير. يشير إلى ما ورد في صحيح البخارى عن جابر، رضى الله عنه، يذكر عطش الناس يوم الحلبية (الشفا، ٣٠٣).

80 وكم ماء عينٍ قد مزجت بِمَجَّةٍ وكانت بِكَيًّا^(١) ثمَّ عادتُ بها نَهْرًا^(٢)
ولَمَّا استقلَّ الحارثُ الماءَ حَقَّقَتْ لَهُ يذكَ البِيضَاءُ في مائه الكُفْرًا^(٣)
ورويَتْ من ماءِ المَزَادَةِ أنْفَسًا عَطاشًا وأكْبَادًا نَقَعَتْ به حَرًّا
ولمَّ يُنْفِدُوا من مائها قدرَ قِطْرَةٍ وقد أوسقُوا منه الكواهلَ والطَّهْرًا^(٤)
ومن تَمَرَاتٍ كَلَّتْ لِلجَيْشِ زَادَهُ وأبدلته من بعدِ إعساره اليُسْرًا^(٥)
85 وأشْبَعَتْ من أقراصِ خُبْزٍ لجابِرٍ ومن سَخَلَةِ أَلْفَا وما نَقَصُوا القِنْدَرًا^(٦)
وأوفيتْ عنه ثَقْلَ ذَيْنِ بَصْبِرَةٍ من التَّمْرِ فإزْدَادَتْ بتَقْيِصِهَا وَقْرًا^(٧)
وسبعينَ من أقراصِ خُبْزٍ أتى بها أبو طلحة، أشْبَعَتْهُم مَرَّةً أُخْرَى^(٨)
منحتْ أباهِرًا^(٩) من التَّمْرِ مِزُودًا فما زالَ مُمتارًا مُمِيرًا به دَهْرًا
وجَهَّزَتْ جيشَ الشَّامِ منه فُقد غَدُوا وما منهمُ إلا ومنه احتوى وقْرًا

١. كذا يظهر في الأصل مشددا والأصل فيه الهمز. (راجع ما سبق بالحاشية عن البيت الرابع من هذه القصيدة).

٢. لعله يشير إلى ماجاء عن البراء رضى الله عنه من حديث بئر الحديبية (انظر الوفا، ٢٨٤ وذكر حديثا آخر عن البراء أيضا مثله).

٣. لم نهتد إلى معجز تكثير الماء للحارث غير أنه مذكور بالنسبة إلى زياد بن الحارث الصدائي في الخصائص الكبرى، ٣١٢.

٤. انظر حديث عمران بن حصين، رضى الله عنه، في الشفاء، ٣٠٨، والوفا، ٢٨٣-٢٨٤.

٥. انظر الشفاء، ٣١٣.

٦. يشير إلى قوله "وإن برمتنا لقط كما هي" وانظر التفاصيل الشفاء، ٣١١ والوفا، ٢٤٣.

٧. انظر الشفاء، ٣١٦ والوفا، ٢٤٥.

٨. انظر الشفاء، ٣١٠ والوفا، ٢٤٤-٢٤٨.

٩. أراد أباهيرة، رضى الله عنه. انظر لمعجز تكثير التمر في ميزوده، الشفاء، ٣١٦-٣١٤، والوفا،

- 90 وخمسينَ وسقًا منه قد جاد منعماً بها [في سبيلِ الله] ^(١) يَغْتَنِمُ الأجرَا
 ثلاثة أعوادٍ منحتَ ثلاثة فَعَادَتْ سُيُوفًا فِي أَكْفِهِمْ طُرًّا ^(٢)
 فمنهنَّ في بدرٍ قُضِيْبُ ابْنِ أَسْلَمٍ ^(٣) وَعُوْدٌ بِهِ أَيْضًا عُكَاشَةٌ ^(٤) قَدْ جَرَا
 وَفِي أَحَدٍ أَيْضًا، ابْنُ جَحْشٍ، عَسِيْبُهُ ^(٥) غَدَا مُرْهَقًا مِنْ حَدِّهِ ^(٦) يَخْلِقُ الشُّعْرَا
 وَعَيْنُ ابْنِ نَعْمَانَ ^(٧) وَعَيْنُ رِفَاعَةَ ^(٨) رَدَّتْهُمَا مِنْ بَعْدِ أَنْ بَانَتَا نَذْرًا ^(٩)
 95 وَكَمْ هَاتِفٍ أَضْحَى بِنَعْتِكَ صَادِحًا ^(١٠) يُؤَلِّفُهُ نَثْرًا وَيَنْظُمُهُ شُعْرًا ^(١١)
 وَأَقْبَلَتْ الأشْجَارُ لَمَّا دَعَوْتَهَا يَشْقُ لَهَا السُّوقُ السُّهولةَ وَالوَعْرَا ^(١٢)
 وَلَمَّا دَعَوْتَ العِدْقُ مِنْ رَأْسِ نَخْلَةٍ أَتَاكَ فُقَلَّتْ أَرْجَعُ فَمَا خَالَفَ الأَمْرَا ^(١٣)

١. "في سبيل الله" مطموس في الأصل أثبتناه من لفظ الرواية "ولقد جهزت منه خمسين وسقا في سبيل الله"، الوفا، ٢٨٣.
٢. يظهر في الأصل "مرا" ولعل الصواب ما أثبتناه. ويجوز بمعنى "مرة". يقال: "جنته مرًا أو مرّين" أي مرة أو مرتين (راجع اللسان).
٣. أي سلمة بن أسلم بن حريش. انظر الخصائص الكبرى، ٢٠٥/١.
٤. الأشهر بتشديد الكاف وقد يُخَفَّف (راجع اللسان) وانظر لتفصيل المعجز، السيرة، ٦٣٢/١ والشفاء، ٣٦٦.
٥. منع "أحد" من الصرف كما وصل الهمزة في "أيضا" وقطعها في "ابن"، ضرورة. والمعجز مذكور في الشفاء، ٣٦٢.
٦. ويحتمل "جدة".
٧. أي قتادة بن النعمان. والمعجز مذكور في الشفاء، ٣٥١ والوفا، ٣٣٣.
٨. أي رفاعة بن رافع بن مالك. انظر الخصائص الكبرى، ٢٠٥/١.
٩. ندر الشيء، سقط من جوف شيء (راجع اللسان والتاج).
١٠. نراه كذا ويحتمل "صارخا".
١١. في الأصل "تؤلفه" و"تنظمه"، سبقه قلم. وانظر لذكر الهواتف، الوفا، ١٥١-١٥٨.
١٢. انظر الشفاء، ٣٢٠-٣٢٢، والوفا، ٢٩٦-٢٩٩.
١٣. انظر الشفاء، ٣٢٦-٣٢٢، والوفا، ٢٩٨.

وَحَنُّ إِلَيْكَ الْجِدْعُ^(١) شَوْقًا وَسَلْمَتْ عَلَيْكَ، جَهَارًا، ظَيِّبَةٌ^(٢) لَمْ تَرْمُ نَفْرًا
 كَمَا الْحَجْرُ الْقَاسِي ابْتِدَاكَ مُسَلِّمًا عَلَيْكَ وَمَشْتَاقًا كَأَنَّ بِهِ حِجْرًا^(٣)
 100 بِكَفِّكَ، بَخْرُ الْجُودِ، قَدْ سَبَّحَ الْحَصَى^(٤) وَقَبْلَ رَجْلَيْكَ الْبَعِيرُ^(٥) لَهَا شُكْرًا
 وَخَلَّصْتَ، يَوْمَ الْغَارِ، طَرْفَ ابْنِ مَالِكٍ^(٦) فَعَرَّ لَذَاكَ الْمَشْرِكِينَ وَمَا أَغْرَى
 وَخَافَتْ عَلَيْكَ الْعَنْكَبُوتُ مِنَ الْعِدَى فَأَرْخَتْ، بِيَابِ الْغَارِ، مَكْرًا بِهِمْ، سِتْرًا
 وَوَافَقَهَا فِي الدَّبِّ عَنْكَ حَمَائِمٌ أَتَيْنَ سَرِيعًا فَابْتَنِينَ بِهِ وَكُرًا
 فَلَمَّا أَتَى الْكُفَّارُ طِرْنَ خَدِيعَةَ فَحَيَّا الْحَيَّا تِلْكَ الْخَدِيعَةَ وَالْمَكْرًا^(٧)
 105 وَيَوْمَ جُنَيْنٍ إِذْ أَتَوْكَ بِحِمَمِهِمْ يَجْرُونَ مِنْ أَبْطَالِهِمْ عَسْكَرًا مَجْرًا^(٨)
 وَرَامُوا بُلُوغَ الثَّارِ مِنْكَ رَمِيهِمْ بِكَفِّ تُرَابٍ فَاثْنَى جَرُّهُمْ كَسْرًا^(٩)
 وَعَجَفَاءَ، لِانْقَى^(١٠) بِهَا قَدْ مَسَّحَتْهَا فَدَرَّتْ وَلَمْ يَعْرِفْ بِهَا رَبُّهَا^(١١) دَرَا

١. انظر الشفاء، ٣٢٤-٣٣٠، والوفا، ٣٢١-٣٢٣.
٢. انظر الشفاء، ٣٣١-٣٣٢، والوفا، ٣٣٥-٣٣٦.
٣. انظر الشفاء، ٣٣١ والوفا، ١٧١.
٤. انظر الشفاء، ٣٣٠ والوفا، ٣٢٣-٣٢٥.
٥. انظر الشفاء، ٣٣٩-٣٣٠ والوفا، ٣٠١-٣٠٣.
٦. الطرف بالكسر من الخيل الكريم العتيق (راجع اللسان) يشير إلى قصة سُرَاقَةَ بن مالك بن جعشم عند الهجرة وهي معروفة. (انظر، مثلاً، الوفا، ٢٣٠-٢٣٢).
٧. قصة العنكبوت والحمام معروفة.
٨. جيش منجر: كثير جدًا (اللسان).
٩. انظر لقصة رمي التراب بحنين، الوفا، ٣٠٣.
١٠. انْقَى مَخَّ الْعِظَامِ وَشَحْمَهَا (اللسان).
١١. "رَبُّهَا" غير واضح ولعله كذا والمراد أبو معبد والتلميح إلى قصة شاة أم معبد (انظر الوفا، ٢٣٣).

- لَكَ الضَّبُّ أَمْسَى بِالرَّسَالَةِ شَاهِدًا كَمَا الذَّنْبُ أَضْحَى بِالْيَمِينِ بِهِ بَرًّا^(١)
- كَمَا شَهِدَ الْكُفَّارُ حَقًّا وَشَاهَدُوا مَلَائِكَةَ النَّصْرِ إِذْ حَضَرُوا بَدْرًا^(٢)
- 110 وَلَمَّا أَتَى لِلْبَرْدِ وَالْحَرِّ شَاكِيًا إِلَيْكَ عَلِيٌّ، وَقَى الْبَرْدَ وَالْحَرًّا^(٣)
- وَمَا كَتَمْتَ عَنْكَ الذَّرَاعَ الَّذِي بِهَا مِنْ السَّمِّ، إِذْ خَافَتْ عَلَيْكَ لَهُ الضَّرًّا^(٤)
- وَبِالرُّعْبِ أَيْضًا قَدْ نُصِرْتَ عَلَى الْعِدَى مَسِيرَةَ أَيَّامٍ يُعْتَدُونَهَا شَهْرًا^(٥)
- وَأَوْتَيْتِ أَصْحَابًا كِرَامًا أَعِزَّةً وَالْأَيْخَالَ^(٦) أَلْطَقَ فِي ذِكْرِهِمْ عَطْرًا
- فَمِنْهُمْ رَفِيقُ الْغَارِ وَالصَّدَقِ وَالْوَفَا أَبُو بَكْرٍ الثَّانِي أَشَدَّهُمْ أَزْرًا^(٧)
- 115 وَصَاحِبُكَ الْفَارُوقُ ذُو الْعَدْلِ وَالتَّقَى وَعِثْمَانُ، ذُو النُّورَيْنِ، أَكْرَمُ بِهِ صَهْرًا
- وَقَاتَلَ أَبْطَالَ الْوَعَى، عَالِمُ الْوَرَى أَخُوكَ عَلِيٌّ، زَوْجُ بَضْعَتِكَ الزَّهْرَا
- وَرَبِّحَانَتَاكَ، ابْنَاهُ، سِبْطَاكَ، مَيْدَا شَبَابِ جِنَانِ الْخُلْدِ أَهْوَاهُمَا—^(٨)
- وَحَمْزَةُ وَالْعَبَّاسُ، جَدُّ إِمَامِنَا أَبِي جَعْفَرِ الْمَنْصُورِ، لَا عَدَمَ النَّصْرَا^(٩)
- أَوْلَاكَ خَيْرُ الصَّحْبِ حَقًّا وَكُلُّهُمْ أَوْلُو الْخَيْرِ وَالْمَعْرُوفِ لَمْ يَعْرِفُوا نَكْرَا

١. انظر لقصة الضب والذئب الشفا، ٣٣٥-٣٣٤.

٢. انظر مثلاً حديث الفغاري في السيرة، ١/٦٣٣.

٣. انظر ابن ماجه، ١/٣٣١.

٤. انظر الوفا، ٤٧٨ حيث روى حديث الذراع التي اخبرت النبي صلى الله عليه وسلم عن السم.

٥. يشير إلى ما جاء في الحديث، 'نصرت بالرعب مسيرة شهر' (راجع صحيح البخاري، كتاب التيمم،

٦. غير واضح ويحتمل 'نخال'.

٧. أصاب الشطر طمس ونراه كذا.

٨. مطموس.

٩. مطموس وكأنه كذا.

- 120 هُمُ الصَّادِقُونَ القَانِتُونَ، أُولُو النُّهَى أُولُو الصَّبْرِ فِي البَاسِ [والبَاسِ] وَالضَّرَا^(١)
- هُمُ الصَّائِمُونَ الحَافِظُونَ فِرَاجَهُمْ هُمُ الذَّاكِرُونَ اللّٰهَ لَم يَفْتَرُوا ذِكْرًا^(٢)
- هُمُ الأَنْجَمُ الزُّهُرُ الَّتِي يُهْتَدَى بِهَا إِلَى أَيِّهِمْ يَمَّتْ، أَرشَدَكَ المَسْرَى^(٣)
- غدا قولهم حَقًّا وَفعلُهُمْ هُدَى وَحُبُّهُمْ قُرْبَى وَبُغْضُهُمْ كُفْرًا
- فَضائلٌ لَوْ أَنَّ الوَرَى كُفِّقُوا لَهَا بَيَانًا وَ حَصْرًا مَا أَطَاقُوا لَهَا حَصْرًا
- 125 إِذَا نَبِثَتْ خَلَّتِ اللَّائِي وَإِنْ غَدَتْ مَنظَمَةٌ، يَوْمًا، تَحَقَّقَتْهَا ذَرَا
- فَمَا قَدَرُ قَدْرِي^(٤) أَنْ أَرَى نَاطِمًا لَهَا وَقَدْ جَاءَتْ الآيَاتُ فِي وَصْفِهَا نَشْرًا
- وَلَا قَدْرُ شِعْرِي أَنْ يَكُونَ سَحَابَهَا^(٥) وَلَوْ كَانَ مِنَ الفَاظِهِ الشَّمْسُ وَالشَّعْرَى
- وَلَكِنِّي شَرَّفْتُهُ بِمَدِينِهِمْ وَأَبْقَيْتُ لِي فِي الصَّالِحَاتِ، بِهِ الذِّكْرَا
- عَلَيْكَ صَلَاةُ اللّٰهِ ثُمَّ عَلَيْهِمْ سَلَامٌ، يُعِيرُ المِسْكَ، مِنْ طَيِّبِهِ النُّشْرَا
- 130 سَلَامٌ كَنَشْرِ الرُّوضِ حَمَلَةُ الصَّبَا لَتَبْلِغَ عَنْهُ شُكْرَةَ السُّحْبِ وَالقَطْرَا
- سَلَامٌ كَلَطَفِ اللّٰهِ جَاءَ لِحَائِفِ فَفَقِيرٍ، بِأَمْرِ يُعْدِمُ الخَوْفَ وَالْفَقْرَا
- فِيأخِيرَ مَأْمُولٍ وَيأخِيرَ شَافِعِ وَيَامَلِجًا العَاصِي المُقَرَّ الَّذِي غَرَا^(٦)

١. "والبأس" سقط من الأصل و"الضرا" مطموس للغاية وكذا نرى الشطر نظر إلى القرآن ١٤٤/٢.

٢. مطموس ولعله كذا.

٣. تلميح إلى ما ورد في الحديث، "أصحابي كالنجوم بأيهم اقتديتم اهتديتم" (المشكاة، باب مناقب الصحابة، الفصل الثالث).

٤. القدر: مبلغ الشيء والقدر والقدرة: القوة. فمعنى "ما قدر قدرى"، ليس مبلغ قوتي أو ليس مدى قدرتي.

٥. غير واضح ولعله كذا.

٦. "المقر الذي غرا" كلام مطموس وكأنه كذا.

سَلِ اللَّهَ يُعْطِينِي إِلَيْكَ زِيَارَةً أَشْدُّبُهَا أَزْرًا وَأَرْمِي بِهَا وَزْرًا
وَكُنْ شَافِعِي فِيهَا قَرِيبًا فَإِنِّي بِحُبِّكَ أَرْجُو أَنْ أَفُوزَ بِهَا حَشْرًا
135 لِأَنَّكَ قُلْتَ الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّهُ (١) وَإِنِّي أَمْرُؤُصَبُّ بِحُبِّكُمْ --- (٢)
إِلَاهِي، أَحَاطْتُ بِبِي الدُّنُوبُ وَلَيْسَ لِي مَنْ الْبِرِّ مَا أَرْجُوهُ الْعَفْوَ وَالْعَفْرَا
سِوَى حُسْنِ ظَنِّ فَيْكَ ثُمَّ شَهَادَتِي بِأَنَّكَ وَتَرَّ فَازَ مَنْ عَبْدِ الْوَتْرَا (٣)
وَأَنِّي مُحِبٌّ لِلنَّبِيِّ وَآلِهِ وَأَصْحَابِهِ، فَاجْعَلْهُ يَا رَبِّ لِي ذُخْرًا

☆☆☆---☆☆☆

-
- ١ . تلميح إلى الحديث المعروف. راجع مسند أحمد، ١/٣٩٢.
 - ٢ . غير واضح.
 - ٣ . أشار إلى الحديث المعروف، "إِنَّ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ وَتَرِيحَ الْوَتْرِ". انظر ن-م، ١/١٠٠.